تعارف وتبصرہ

رسول اکرم ﷺ اور خواتین-ایک سماجی مطالعہ ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی

ناشر: اسلامک بک فاؤنڈیشن، نئی دہلی، ۲، ۲۰۰۷،ص ۲۲۰، قیمت: -/۱۲۰ روپے

''امت کے اجتماعی معاملات میں خواتین کی شرکت اور ان میں کارگزاری کے آداب وا حکام، ان کی فطرت اور اسلام کے آداب سے مقیّد ہیں۔ وہ بلاشبہ سیاسی، سماجی اور دوسرے مسائل و معاملات میں حصہ لینے کے مجاز ہیں، بشرطے کہ وہ اس کی اہل ہوں اور ان حدود کا خیال رکھیں جو اسلام نے مردوزن کے اختلاط اور اجتماعی معاملات میں عورتوں کے باعمل ہونے کے لیے رکھے ہیں۔ تشدّد پسند طبقات ان خواتینِ اسلام کو کسی قسم کے تعامل وتعاون کا حق نہیں دینا چاہتے اور جدّت پسند سماج کے لوگ ان کو مردوں سے بھی اگلی صفوں میں کھڑا کر دینا چاہتے ہیں۔ یہ دونوں افراط وتفریط کا شکار ہیں، اعتدال ان دونوں کے بیچ میں ہے اور وہی اسلامی ہے'' (ص ۲۰۲)

یہ ہے وہ مرکزی فکر جس پر زیرِ نظر کتاب مبنی ہے۔ اس کے مصنف پروفیسر محمد یٰسین مظہر صدیقی فنِ سیرت میں اختصاص رکھتے ہیں۔ وہ سیرت کے نئے نئے موضوعات پر غور وفکر کرتے اور لکھتے رہتے ہیں۔ ان کی متعدد کتابیں اہلِ علم سے خراجِ تحسین حاصل کر چکی ہیں اور مقالات کثرت سے ملک کے معیاری تحقیقی مجلّات کی زینت بنتے رہتے ہیں۔ مجلّہ تحقیقات اسلامی میں اب تک ان کے چار درجن مقالات شائع ہو چکے ہیں۔ اس کے شمارہ اکتوبر۔ دسمبر ۱۹۹۵ء میں موصوف کا مقالہ اسفار وغزواتِ نبوی میں ازواج مطہرات کی رفاقت شائع ہوا تو ماہ نامہ ترجمان القرآن لاہور کے مدیر مرحوم خرّم مرادؒ نے اس پر اپنی پسندیدگی کا اظہار کیا، اس کی تلخیص اپنے مجلّہ میں شائع کی اور مضمون نگار سے خواہش کی کہ عہد نبوی میں زندگی کے مختلف پہلوؤں میں خواتین کی سرگرمیوں پر لکھیں، تاکہ مرد و زن کے سماجی تعلقات کی صحیح تصویر سامنے آسکے۔ زیرِ نظر کتاب اسی تحریک کے نتیجے میں تیار ہوئی ہے۔

یہ کتاب بارہ مضامین پر مشتمل ہے۔ ابتدائی دو ابواب میں یہ تفصیلات پیش کی

گئی ہیں کہ آں حضرت ﷺ مکی اور مدنی ادوار میں کن خواتین کے گھروں میں جایا کرتے تھے۔اسی طرح دو مضامین اس موضوع پر ہیں کہ مذکورہ ادوار میں کون کون خواتین آپؐ کے گھر آیا کرتی تھیں۔ پانچویں اور چھٹے مضمون میں یہ بحث کی گئی ہے کہ زیارتِ خواتین کے نتیجے میں کس کس طرح دینی احکام معلوم ہوئے اور احادیثِ نبوی کی اشاعت ہوئی۔ایک مضمون میں غزواتِ نبوی میں ازواجِ مطہرات اور دیگر خواتین کی شرکت کے واقعات جمع کیے گئے ہیں۔ساتواں مضمون اس پر ہے کہ آپؐ نے مکی اور مدنی عہد میں کن خواتین کی شادیاں کروائی تھیں ۔ایک مضمون میں خواتین کی تجارتی اور کاروباری سرگرمیوں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ایک مضمون میں، جسے کتاب کا سب سے اہم مضمون قرار دینا غلط نہ ہوگا،عہد نبوی میں مردوں اور خواتین کے معاشرتی تعلقات سے بحث کی گئی ہے۔اس میں بہت سے واقعات جمع کرکے یہ نتیجہ نکالنے کی کوشش کی گئی ہے کہ اس دور میں مردوں اور خواتین کے درمیان معاشرتی اختلاط، ایک دوسرے سے ملاقات اور اخذ واستفادہ عام تھا اور اس معاملے میں رشتہ داروں اور غیر رشتہ داروں کی کوئی تفریق نہ تھی۔ایسے واقعات بھی کثرت سے ملتے ہیں کہ خواتین نے خدمتِ نبوی میں حاضر ہوکر اپنی شکایات بیان کیں اور آں حضرت ﷺ نے ان کا ازالہ فرمایا۔ایک مضمون میں ایسے واقعات جمع کیے گئے ہیں۔کتاب کا آخری مضمون بھی بہت اہم ہے،اس میں اختلاط مردوزن کے نبوی اصول بیان کیے گئے ہیں۔

سیرتِ نبوی پر یوں تو ہزاروں کتابیں موجود ہیں،لیکن زیرِ نظر کتاب ایک خاص زاویہ سے حیاتِ طیبہ کے ایک مخصوص پہلو کا تجزیاتی مطالعہ پیش کرتی ہے۔اس کے ذریعے عہدِ نبوی میں خواتین کی ایک جیتی جاگتی اور چلتی پھرتی تصویر ابھرتی ہے اور واضح ہوتا ہے کہ اس دور میں خواتین نہ تو آج کل کے مسلم معاشرہ کی طرح 'عضو معطل' ہوکر رہ گئی تھیں اور نہ ان کے اندر اس حد تک آزادانہ اختلاط اور بے پردگی پائی جاتی تھی جسے موجودہ دور کے بعض دانش ور عام کرنا چاہتے ہیں۔ پروفیسر صدیقی کا مطالعۂ سیرت بہت گہرا اور وسیع ہے۔وہ جو بات بھی کہتے ہیں اس پر دلائل وشواہد کا انبار لگا دیتے ہیں۔ان

کے استنباط سے اختلاف تو کیا جا سکتا ہے، لیکن آسانی سے اسے رد نہیں کیا جا سکتا۔

دورانِ بحث فاضل مصنف نے بعض ایسے مسائل پر اظہار خیال کیا ہے جنہیں موجودہ دور میں اہمیت حاصل ہوگئی ہے۔ مثال کے طور پر 'جہیز' کے بارے میں لکھتے ہیں: ''رسول اللہ ﷺ نے کسی بھی صاحب زادی کی شادی میں جہیز نہیں دیا کہ اسلامی رسم تھی نہ عربی روایت۔ حضرت فاطمہؓ کی شادی میں جو جہیز بتایا جاتا ہے وہ جہیز ہی نہ تھا، وہ سامانِ زیست/شادی تھا جو حضرت علیؓ نے اپنی کمائی سے فراہم کیا تھا۔ اس باب میں بہت سے سیرت نگاروں کو مغالطہ ہوا ہے (ص ۱۳۶) عورتوں کی مساجد میں حاضری کے سلسلے میں علماء کے مختلف نقطۂ ہائے نظر ہیں۔ اس موضوع پر فاضل مصنف صراحت سے لکھتے ہیں۔ ''عہد نبوی میں خواتین نماز کی ادائیگی کے لیے مساجد میں جاتی تھیں'' کچھ مثالیں بھی بیان کرتے ہیں، یہ بھی فرماتے ہیں کہ ''یہ شخصی آزادی اور دینی حق کا معاملہ ہے جسے روکا نہیں جا سکتا'' لیکن ساتھ ہی وہ مسئلہ کی نوعیت بھی واضح کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ لکھتے ہیں: ''عورتوں کے مسجدوں میں جانے کے معاملہ کو بعض حلقوں نے ایک مسئلہ بنا دیا ہے۔ وہ اجازت، وجوب اور موقعہ محل میں فرق نہیں کرتے۔ سیدھا اور صاف مسئلہ ہے۔ جن مسلم معاشروں اور مقامات میں عورتوں کے لیے مساجد میں انتظام ہے اور جہاں ان کے جانے کی سماجی اور دینی روایت قائم ہے وہاں ان کے جانے میں قباحت ہے اور نہ مشکل، ان کو اجازت دینی ہی چاہیے۔ مگر جن معاشروں اور ملکوں میں عورتوں کے مسجدوں میں جانے کی روایت ہے نہ انتظام، ان کے لیے اصرار کرنا سراسر زیادتی ہے۔ پھر مسئلہ اجازت کا ہے، وجوب کا نہیں۔ عورتوں پر جماعت فرض نہیں، لہٰذا مسجدوں کی حاضری بھی ضروری نہیں۔ ان کے لیے دوسری واضح احادیث واحکام بھی ہیں کہ وہ اپنے گھروں میں نماز ادا کریں تو بہتر ہے۔ لہٰذا اجازت اور وجوب میں فرق کرنا چاہیے (ص ۱۹۸-۱۹۹) ایک مسئلہ عورت کی امامت کا ہے۔ گزشتہ دنوں عالمی سطح پر اس کی گونج سنائی دی تھی۔ اس پر بھی فاضل مصنف اپنا دوٹوک فیصلہ سناتے ہیں: ''عورت کی امامت کا مسئلہ اور وہ بھی مردوں اور عورتوں کی جماعتِ مشترکہ کی امامت کا، تو وہ سراسر سماجی اور فکری کج روی

ہے۔عورت کو مردوں کی امامت کا حق بالکل حاصل نہیں۔ اگر ایسا کوئی کرے تو حرام ہے اور اجماع اسلامی کے خلاف، (ص ۲۰۰) بعض جدید دانش وروں نے حضرت ام ورقہؓ سے مروی ایک روایت سے اس کے جواز کا حکم نکالا ہے۔ فاضل مصنف نے کتاب کے کئی مقامات پر حضرت ام ورقہؓ کا ذکر کیا ہے۔ ایک جگہ لکھتے ہیں: ''بعض شدید انتشار زدہ حضرات وخواتین نے اس روایت سے بطور خاص اور بعض دوسری روایات سے عورت کے مردوں کی امامت جواز نکالا ہے۔ یہ غلط استنباط ہے۔ پورے اسلامی دور میں بڑی بڑی صحابیات کو بھی مردوں کی امامت یا مردوں اور عورتوں کی مشترکہ امامت کا حق نہیں دیا گیا'' (ص ۸۰)

اجنبی مردوں اور عورتوں کے درمیان معاشرتی تعلقات کے کیا حدود ہیں؟ وہ کن امور کی رعایت کے ساتھ ایک دوسرے سے ملاقات اور استفادہ کر سکتے ہیں؟ اس معاملے میں فاضل مصنف نے عہد نبوی کی معاشرت کی روشنی میں موجودہ دور کے شدّت پسندوں اور جدّت پسندوں، دونوں پر تنقید کرتے ہوئے 'راہِ اعتدال' واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن کہیں کہیں محسوس ہوتا ہے کہ بحث ابہام یا تضاد کا شکار ہوگئی ہے، یا جدّت پسندوں کی طرف فاضل مصنف کا میلان ہوگیا ہے۔ مثال کے طور پر حضرت اسماء بنت عمیسؓ، جو پہلے حضرت جعفر بن ابی طالبؓ کی زوجہ تھیں اور ان کی وفات کے بعد حضرت ابوبکرؓ کی زوجیت میں آگئیں تھیں، ان کے پاس مختلف صحابۂ کرام آیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ بعض صحابہ حضرت ابوبکرؓ کی غیر موجودگی میں ان کے پاس آئے تو حضرت ابوبکرؓ نے آں حضرت ﷺ سے اس کی شکایت کی۔ اس واقعہ کا تذکرہ مصنف نے دو مقامات پر کیا ہے۔ ایک جگہ لکھا ہے: رسولِ اکرم ﷺ نے ان کے کہنے پر اصول بنادیا کہ زیارت کے لیے لوگ گھروں پر جائیں تو ایک تنہا شخص نہ جائے، بلکہ دو ایک ساتھ جائیں'' (ص ۱۶۶) جب کہ دوسرے مقام پر اسی واقعہ کے حوالے سے لکھتے ہیں: ''انہوں نے رسول اکرم ﷺ سے شکایت کی اور آپؐ نے اسی وقت اصول نافذ کردیا کہ کوئی شخص یا چند اشخاص مل کر کسی شادی شدہ عورت کے گھر میں اس کے شوہر کی عدم موجودگی میں ہرگز

نہ جائیں'' (ص ۱۹۴)

'اجتماعی اختلاط وزیارت' کے ذیلی عنوان کے تحت لکھتے ہیں: ''پنج گانہ نمازوں کے لیے مرد وعورت دونوں مساجد- مسجد حرام مکہ اور مسجد نبوی مدینہ سمیت- پانچ وقت جایا کرتے تھے۔ پورے آداب واقدار کے ساتھ ان دینی اجتماعات روزانہ میں صحابۂ کرام کی خواتین سے ملاقاتوں اور معاشرتی تبادلوں کا ایک سلسلہ ملتا ہے'' (ص ۱۶۸)

عہدِ نبوی میں مساجد میں خواتین کی حاضری سے متعلق روایات جمع کرنے سے جو تصویر بنتی ہے وہ یہ ہے کہ بعض خواتین عموماً صرف عشاء اور فجر کی نمازوں میں مساجد جایا کرتی تھیں۔ ان کی صفیں نہ صرف مردوں، بلکہ بچوں سے بھی پیچھے ہوتی تھیں۔ نماز سے فارغ ہوتے ہی وہ فوراً اپنے گھروں کو چلی جایا کرتی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ اور صحابۂ کرام رکے رہتے تھے، وہ کچھ دیر کے بعد مسجد سے نکلتے تھے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے عورتوں کے داخلہ کے لیے ایک دروازہ خاص کر دیا تھا، مردوں کو اس سے آنے جانے کی ممانعت تھی۔ ایسی صورت میں بہ خوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ صحابۂ کرام کی خواتین سے کیسے ملاقاتیں ہوتی ہوں گی اور ان کے درمیان معاشرتی تبادلوں کا سلسلہ کتنا دراز ہوتا ہوگا؟!

اسی سیاق میں فاضل مصنف نے آگے لکھا ہے: ''دینی اجتماعات میں مخلوط آبادی ہوتی تھی۔ صحابۂ کرام اپنی صفوں میں بیٹھتے تھے اور صحابیات کی قطاریں الگ ہوتی تھیں، مگر تعلیم وتعلّم اور تربیت میں اور قومی وملّی خدمت میں ایک دوسرے سے اختلاط ہوتا تھا'' پھر اس کی دلیل یہ دی ہے کہ ''ایک خطبۂ نبوی کے بعد خواتین نے بے قابو ہو کر صدقات میں اپنے زیورات نچھاور کرنے شروع کیے تو حضرت بلال حبشیؓ جیسے بعض صحابۂ کرام نے ہر ایک فردِ نسوانی سے جا جا کر ان کو جمع کیا تھا'' (ص ۱۷۰) یہاں جس روایت کی جانب اشارہ کیا گیا ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ آں حضرت ﷺ نے ایک مرتبہ عید الفطر یا عید الاضحیٰ کے موقع پر مردوں سے خطاب کیا، اس کے بعد عورتوں کے پاس تشریف لے گئے اور ان کے درمیان وعظ ونصیحت کی باتیں کیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف قطاروں کا معاملہ نہ تھا، بلکہ خواتین اتنے فاصلے پر تھیں کہ مردوں سے خطاب کرتے وقت